جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب گوندلوی اثری آخری قسط

حدیث اور تاریخ میں فرق

یہ مقالہ مجلس علماء اہلحدیث گوجرانوالہ کے ماہانہ علمی اجلاس میں پڑھا گیا

حدیث کی حیثیت :-

حضرت رحمۃ اللعالمین نے امت کو جو دین دیا وہ دو چیزیں تھیں ۔ کتاب اللہ ۔ (۲) سنت رسولؐ
کتاب و سنت شریعت کے اعتبار سے لازم و ملزوم ہیں بلکہ شریعت نام ہی ان دونوں چیزوں کا ہے قرآن حکیم مجمل ہے اور حدیث اس کی بالکل صحیح تفسیر ۔
وانزلنا الیك الذكر لتبین للناس ما نزل الیهم۔
اور فرمایا۔ انا انزلنا الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله۔
مزید فرمایا۔ وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه
ان تمام آیات میں اللہ تعالےٰ نے آپ کے فرامین کو قرآن کی شرح مبین کا درجہ عطا فرمایا ہے کہ آپ ان کے لئے قرآن کی بین توضیح اور تفسیر فرمائیں اور جب ان میں اختلاف واضح ہو جائے تو آپ اس اختلاف کو نمٹائیں۔
لفظ اراك الله اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ تفسیر قرآنی الفاظ کے علاوہ ہے کیونکہ قرآن کریم کی وحی پر اللہ تعالےٰ نے لفظ نزل، انزل، نزل استعمال فرمائیں۔ اور پھر یہ تو متفقہ بات ہے کہ قرآن کریم اوّل تا آخر بذریعہ جبرائیل امین نازل ہوا ہے ۔ اور اراك الله کے لفظ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو سمجھایا یا دکھایا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں ۔ پھر آپ اختلاف نمٹانے کے وقت جو فیصلہ کریں گے وہ بھی بذریعہ وحی ہوگا خواہ وحی خفی ہوں یا وحی جلی کیونکہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ وما ینطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی یوحیٰ ۔ اور یہی آپ کا تکلم جو تمام امت کے لئے اسوہ ہے۔ کیونکہ فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنه ۔ اور پھر اسی اسوہ یعنی سنت کی مخالفت جہنم میں داخلے کا بہت بڑا

سبب ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم

سامعین محترم! ان مختصر گزارشات سے معلوم ہوگیا کہ دین اسلام میں حدیث کو تشریعی حیثیت حاصل ہے۔ آپ ایسے سمجھیئے جو دین میں رسولؐ کا مقام ہے وہی آپ کے قول و فعل یعنی حدیث کو حاصل ہوگا۔

تاریخ کیا ہے؟

تاریخ ان واقعات کا نام ہے جس کو کوئی مؤرخ اپنے دوروں کے اعتبار سے بیان کرتا ہے اور زیادہ ایسے واقعات ہوتے ہیں جو ارباب اقتدار کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا پھر خواص کے ساتھ۔ اور اکثر طور پر ان میں ایسے واقعات کو لیا جاتا ہے جن میں قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں ہوتی ہیں۔ اکثر تواریخ تو حکومت کی سرپرستی میں رقم ہوتی ہیں جو حکومت کا منشا ہے۔ مؤرخ واقعات کو اسی نہج پر بیان کرتا ہے۔ حکومت کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ تاریخ کو کس طریقہ پر لکھوانا چاہتی ہے۔ آپ ان کتب تاریخ کو ملاحظہ فرمایئے جو ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لکھوائی گئیں۔ ان میں مجاہدین کی کس قدر تذلیل و تحقیر کی گئی ہے۔

تاریخ اور حدیث میں فرق:

احادیث نبویہ کی تدوین کا معیار تاریخ کے معیار سے بہت بلند ہے۔ تاریخ میں پہلے تو سند ضروری نہیں۔ اگرچہ مؤرخین اسلام میں سے بعض نے باسند تاریخ مرتب کی ہے تاہم ان میں اصولوں کا قطعاً لحاظ نہیں رکھا گیا جو کتب حدیث میں رکھا گیا ہے۔ رواۃ تاریخ کی جرح و نقد پر مستقل کتابیں مدوّن نہیں ہوئیں جبکہ رواۃ حدیث پر جرح و تعدیل کی کتابیں لکھی گئیں اور رواۃ کے درجے متعین کئے گئے ہیں تاریخ کی بعض کتابیں کذابوں کی زبانی تحریر ہوئیں جیسا کہ واقدی اور یعقوبی ہیں۔ لیکن حدیث میں ایسے کذابوں کو بالکل جگہ نہیں مل سکی۔ محدثین کرام نے حدیث کے معاملہ میں جو شرطیں لگائی ہیں وہ حدیث کی صحت کی بہت بڑی ضمانت ہیں۔

راوی عادل ہو ثقہ ہو متہم بالکذب نہ ہو اس میں تدلیس کا شبہ نہ ہو اگر تدلیس ہے تو وہ حدثنا واخبرنا کے ساتھ تدلیس کو رفع کرے اس کی روایت خلاف واقع نہ ہو (بشرطیکہ معجزہ کے متعلق نہ ہو) محدثین کرام نے اس شخص کے بارے میں جو تمام عمر میں صرف حدیثِ رسول میں ایک جگہ جھوٹ بولتا ہے فیصلہ دیا ہے کہ اس کی تمام روایات رد کردی جائیں۔ امام نووی فرماتے ہیں جس کی روایت کذب علی الرسول کی وجہ سے ایک دفعہ ساقط ہوگی تو فلا یقبل ابداً وان حسنت طریقۃ تو خواہ وہ تائب بھی ہوجائے تب بھی اس کی روایت قبول نہیں کیجائے گی۔ یہی فتویٰ امام احمد بن حنبل۔ امام حمیدی اور امام صیرفی شافعی کا ہے صیرفی تو فرماتے ہیں۔ کل من اسقطنا خبرہ بکذب لعد بقبولہ بتوبتہ۔ وقال السمعانی من کذب فی خبر واحد وجب اسقاط ما تقدم من حدیثہ (تدریب الراوی ص۳۳ ج ۱)

کہ اس کی دوبارہ روایت قبول نہیں کی جائے گی اور سمعانی فرماتے ہیں۔ ایک جھوٹ کی وجہ سے اس کی تمام پہلے کی بیان کردہ روایات کو رد کردیا جائے گا۔

علم حدیث میں یہی ایک خصوصیت اعلیٰ کارفرما ہے کہ اس میں ہر راوی کا لحاظ رکھے بغیر اس کو جرح و تعدیل کے ترازو میں تولا جاتا ہے۔ آپ رجال کی کتب کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ باپ نے بیٹے پر جرح کی اور جرح کرتے وقت اصول والصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور نہ ہی شفقتِ پدری حق گوئی میں آڑے آسکی اسی طرح بیٹے نے باپ کا احترام وادب کا تقاضہ کرنے ہوتے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ حدیث کے معاملہ میں میرا باپ ضعیف ہے۔ امام بخاری کے استاد امام علی بن المدینی اپنے باپ کے متعلق فرماتے ہیں لا تاخذوا عن ابی فانہ ضعیف (خلاصہ تذہیب ج ۲) (کہ لوگو) میرے والد سے حدیث نہ لیا کرو۔ کیونکہ وہ ضعیف ہے۔ تہذیب ص۱۷۶/۵ میں یہ الفاظ ہیں سلوا غیری وقال ھو الدین (مختصراً) کہ میرے والد کے بارے میں کسی اور سے پوچھو کیونکہ یہ دین (حدیث) ہے۔

مولانا سلیمان ندوی فرماتے ہیں ،، معاذ بن معاذ کو ایک شخص نے دس ہزار دینار صرف اس معاوضہ میں پیش کرنا چاہے کہ وہ ایک شخص کو معتبر (عدل) اور غیر معتبر (ضعیف) کچھ نہ کہے۔ یعنی اس شخص کے متعلق خاموش رہیں۔ انھوں نے اشرفیوں کے

حق بڑے سے کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ میں حق کو نہیں چھپا سکتا؟ کیا تاریخ میں اس سے زیادہ احتیاط اور اس سے زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کیجا سکتی ہے۔ خطبات مدراس ص۱۲

محدثین کرام نے احادیث کو جمع اور محفوظ کرنے کے لئے کس قدر محنت اور جہاد کیا اس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں مل سکتی جن کو لاکھوں روپے صرف اس لئے پیش کئے جاتیں تاکہ ان کی آواز حق ان روپوں کے ڈھیر کے نیچے دب جائے لیکن وہ اپنی آواز حق کو بلند رکھنے کی خاطر انکو جوتوں کی نوک سے ٹھوکر مار دیں۔ اور جس کو اپنے باپ اور بیٹے کے بارے میں حق بات کہنے سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا وہ صرف اس لئے کہ کسی حدیث نبویؐ پر کوئی دھبہ نہ آئے تو انکی ایمانداری۔ دیانتداری کی مثال کہاں سے مل سکے گی۔

یہی وہ اوصاف تھے جن کی بناء پر غیر مسلموں کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ علم حدیث کے بارے میں جو محدثین کی کاوشیں ہیں انکی مثال کہیں نہیں ملتی۔

بارسورتھ اسمتھ حدیث کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے ہوئے لکھتا ہے

"کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک پہنچ رہی ہے (لائف آف محمد ص۱۸)

ایک عیسائی مذہب جرمن ڈاکٹر اسپرنگر لکھتا ہے۔

"کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسمأالرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔ جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (خطبات مدراس ص۴۳)

لیکن اس کے برعکس مؤرخ ایسے واقعات کو قلمبند کرتا ہے جو اس کے گردوپیش رونما ہوتے ہیں۔ اور اس کے ذرائع ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بعد میں انکی تحقیق مشکل ہو جاتی ہے پھر بڑی بات یہ جو حدیث اور تاریخ میں فرق کرتی ہے۔ وہ حدیث اور تاریخ کی حیثیت ہے۔ تاریخ محض واقعاتی طور پر لکھی جاتی ہے عمل کرنے کے لئے نہیں جبکہ حدیث عمل کے لئے مدون کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ ایمان کا جزو ہے

امتیازی فرق

حدیث جس عقیدت اور جن اصولوں کی بناء پر مرتب ہوئی ہے تاریخ کو اس کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہیں ہوا۔ محدث کے لیئے بہت سخت شرائط ہیں جن کا اس کو لازمی پابند ہونا ہوتا ہے ۱۔ وہ مسلمان ہو۔ ۲۔ عاقل ہو۔ ۳۔ ثقہ ہو۔ ۴۔ حافظ ہو۔ ۵۔ ضابط ہو۔ ۶۔ بدعات کا داعی نہ ہو۔ ۷۔ مستقیم العقیدہ ہو۔ ۸۔ جھوٹ سے دور بھاگنے والا ہو۔ ۹۔ املاء درست ہو۔ یعنی مخلوط الخط ہی تمیز کرنے کا ملکہ حاصل ہو۔ ۱۰۔ کتاب کے ساتھ استاذ سے سماع بھی ہو ۱۱۔ اگر صرف کتاب سے لیتا ہو تو شیخ سے اس کی اجازت حاصل ہو۔ ۱۲۔ حدیث کو شیخ سے لکھتے وقت اگر دیگر ساتھی بھی موجود ہوں تو جمع کا صیغہ استعمال کرے۔ اگر اکیلا ہو تو واحد کا صیغہ۔ لیکن تاریخ کی آپ کسی کتاب کو اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو یہ شرائط نظر نہیں آئیں گی۔ تاریخ میں مؤرخ کے لیئے مسلمان ہونا کوئی شرط نہیں۔ مؤرخین تو ہر قوم و مذہب میں ہوتے ہیں۔ خود بعض غیر مسلموں نے اسلامی تاریخ لکھی ہے۔ میگس مارگیوس۔ سپرنگر اور بارتھ اسمتھ نے علیحدہ علیحدہ لائف آف محمد کے نام سے اسلامی تاریخ مرتب کی ہے۔ لیکن محدثین کے اصول کے مطابق ایسی تاریخ کبھی قابلِ اعتناء نہیں ہو سکتی۔

آپ نے محدث کے بارے میں شرائط تو سماعت فرما لیں۔ آئیے اب سنیئے جن مؤرخین نے اسلام کی تاریخ مرتب کی ہے وہ کون تھے اور محدثین کی شرائط پر وہ کس درجہ کے تھے۔ اسلام میں جن حضرات نے سیرت اور تاریخ کے موضوع پر قلم اٹھایا ان میں محمد بن اسحاق۔ محمد بن عمر والواقدی۔ ابومعشر نجیح۔ سلمۃ بن الفضل اور ابن سعد نہایت ہی قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام میں ابن سعد ہی ایسے مؤرخ تھے جو محدثین کی شرائط میں متفقہ ثقہ تھے۔ لیکن انکی کتاب جو تاریخ اسلام میں اہم مقام رکھتی ہے اس میں بھی اکثر واقعات کذاب راویوں کے ذریعہ بیان ہوئے ہیں جو ابن سعد کے استاد تھے اور طبقات میں ان سے بہت سے مقامات روایتیں موجود ہیں۔ کے متعلق محدثین کا فیصلہ سنیئے۔

۱۔ قال الامام البخاری متروک الحدیث۔ ۲۔ قال الامام احمد کذاب۔ ۳۔ قال یحیٰ بن معین ضعیف۔ ۴۔ قال الامام نسائی الکذابون المعروفون بوضع الحدیث

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعة۔ ابن ابی یحیٰی بالمدینة والواقدی ببغداد ومقاتل بن سلیمان بخراسان ومحمد بن السعید بالشام یعرف بالمصلوب۔

(کتاب الضعفاء والمتروکین مع التاریخ الصغیر للبخاری صـ۱۳)

عـ۵ وقال الامام الشافعی کتب الواقدی کلہا کذب (حوالہ عـ۲، ۳، ۵ تہذیب التہذیب صـ۳۶۲)

یہ متروک الحدیث اور معروف کذاب ہے اس کی تمام کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

عـ۲۔ **ابومعشر نجیح السندی**:۔ حدیث میں ضعیف تھے لیکن تاریخ وسیر میں ان کو امام تسلیم کیا گیا ہے۔ عـ۱ قال ابن المدینی ذاک شیخ ضعیف عـ۲ قال النسائی۔ عـ۳ والدارقطنی ضعیف عـ۴ قال البخاری۔ منکر الحدیث۔ (میزان الاعتدال صـ۲۴۶ ج ۲۔ عـ۵ وکان یحیی بن معین لا یحدث عنہ ویستضعفہ جدا ویضحک اذا ذکرہ۔ الکامل لابن عدی صـ۲۵۱۶ ج ۷۔ عـ۶ وقال یحیی ابومعشر لہ مکان فی العلم والتاریخ وتاریخہ احتج بہ الائمة وضعفوہ فی الحدیث عـ۷ وقال الامام احمد کان بصیرا بالمغازی تہذیب صـ۴۲۰ ج ۱۰۔

ابومعشر حدیث میں نہایت کمزور تھے۔ ان سے روایت لینا درست نہیں لیکن تاریخ کے بہت بڑے امام تھے۔ ائمہ کے ہاں انکی تاریخ درست ہے کیونکہ یہ تاریخ ومغازی میں گہری نظر رکھتے تھے۔

عـ۳ **سلمہ بن فضل**: یہ تاریخ طبری کے اہم راوی ہیں لیکن حدیث میں کمزور ہیں۔ عـ۱ قال الامام البخاری فی حدیثہ بعض المناکیر (۲) قال النسائی ضعیف۔ (۳) قال ابن راھویہ ضعیف (۴) قال ابوحاتم لا یحتج بہ (۵) قال ابن معین کتبنا عنہ ولیس فی المغازی اتم من کتابہ میزان الاعتدال صـ۱۹۲ ج ۲۔

حدیث میں یہ ضعیف ہیں۔ لہٰذا ان سے روایت لینا درست نہیں۔ لیکن مغازی میں انکی کتاب سے زیادہ کامل کسی کی کامل کتاب نہیں۔

عـ۴ **محمد بن اسحاق**:۔ محدثین کے مابین ان کے بارے میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک وہ ثقہ تھے لیکن بعض کے نزدیک ثقہ نہیں بلکہ بعض نے تو بہت غلو سے کام لیا اور کذاب تک کہا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ثقہ تھے لیکن جو ان کے ہمعصر دیگر محدثین تھے ان کا مقام

محمد بن اسحاق سے بہت اونچا ہے امام مالک۔ امام اوزاعی۔ یحییٰ بن سعید۔ سفیان ثوری ابن عیینہ۔ وغیرہم۔ یہ تمام سلسلۃ الذھب کے راوی ہیں۔

محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے کے بارے میں مختلف آراء رکھنے والے خصوصاً جو بعد کے دور کے محدث تھے۔ وہ بلا امتیاز اس کو تاریخ میں قابل اعتماد سمجھتے تھے اور یہ حقیقت جاننے کہ سیرۃ النبیؐ کا قدیم اور اصل ماخذ یہی محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی ہے جسکی ابن ہشام نے تہذیب کی بعد والے مؤرخین میں جو ابن خلدون کو مقام حاصل ہوا ہے شاید مؤرخ کی حیثیت سے کسی اور کو نصیب نہ ہوا ہو۔ تاریخ ابن خلدون کے تمام بڑی زبانوں میں ترجمے کئے گئے لیکن اس کے باوجود ابن خلدون کا شمار محدثین میں نہیں ہو سکا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ چند مؤرخین کے علاوہ اکثر تاریخ اسلام رافضہ اور شیعہ حضرات نے لکھی ہے۔ جن کے نزدیک اپنے مزعومہ مذہب کی خاطر جھوٹ بول لینا قابل مذمت نہیں بلکہ باعث ثواب ہے۔ آپ کو ایسے قلیل ہی مؤرخ ملیں گے جنہوں نے اوائل قرون میں تاریخ پر کتابیں لکھی ہوں وہ شیعہ نہ ہوں یا ان پر شیعت کی طرفداری کا الزام نہ ہو۔ آپ تاریخ طبری کو بھی دیکھئے جو تاریخ اسلام میں ایک بہت بڑی تاریخ کی کتاب اور مابعد والوں کے لئے اہم ماخذ ہے۔ خود طبری پر بھی بعض محدثین نے شیعت یا شیعت کی طرفداری کا الزام لگایا ہے۔ (میزان الاعتدال)

بعض محدثین کرام نے بھی تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کتابوں کا معیار بھی حدیث کی کتابوں سے بہت مختلف اور پست ہے۔ امام بخاری التاریخ الصغیر والتاریخ الکبیر کتابیں تحریر فرمائی ہیں لیکن ان میں ان اصولوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا جو صحیح بخاری میں ہیں۔

تاریخ اور حدیث واقعات کی روشنی میں:

ہم نے اوپر جو تحریر کیا وہ ایسے مسلمان ہیں جن سے کوئی بھی صاحب بصیرت انکار نہیں کر سکتا۔ جو علماء اور تاریخ اور حدیث دونوں پر نظر رکھتے ہیں وہ ان دونوں کے مراتب میں باسانی تمیز کر لیتے ہیں کہ کتب حدیث اور

اور کتب تاریخ کے معیار میں مشرق ومغرب کا بُعد موجود ہے۔ میں آپ کے سامنے صرف دو واقعات رکھنا چاہتا ہوں جن سے واضح ہوجائے گا کہ مورخین کی تحقیق میں وہ گہرائی اور فقاہت نہیں جو محدثین کی تحقیق میں ہے۔ وہ اس لئے کہ ہر محدث مؤرخ بھی ہوتا ہے اس لیئے کہ احادیث کے ذریعے تاریخ اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ ہمارے سامنے موجود ہے برعکس اس کے کہ ہر مؤرخ محدث نہیں ہوتا۔

واقعہ نمبر۱ : علامہ شبلی واقعہ ذو قرد کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کی نسبت ارباب سیر متفق ہیں کہ صلح حدیبیہ سے قبل واقع ہوا تھا لیکن صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن الوع سے جو روایت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے تین دن قبل کا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے لا یختلف اھل السیر ان غزوۃ ذی قرد کانت قبل الحدیبیۃ فیکون ما وقع فی حدیث سلمہ من وھم لبعض الرواۃ (فتح الباری ص۱۲۳ ج ۷) اہل سیر میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ غزوہ ذی قرد خیبر سے پہلے واقع ہوا تھا تو سلمہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ کسی راوی کا وہم ہے۔
(سیرۃ النبی ص۹ ج ۱)

علامہ قرطبی کے اس اصول سے واضح ہوگیا کہ تمام اصحاب سیر کے نزدیک یہ واقعہ حدیبیہ سے قبل کا ہے لیکن صحیح تحقیق ہے کہ یہ واقعہ خیبر سے تین دن پہلے کا ہے۔ امام بخاری صحیح میں فرماتے ہیں۔ غزوۃ ذات قرد وھی الغزوۃ التی آغاروا علی لقاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل خیبر بثلاث۔
(صحیح بخاری مع الفتح ص۳۷ ج ۷)

کہ غزوہ ذات القرد وہ غزوہ ہے جس میں کفار نے رسول اللہؐ کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا اور یہ واقعہ خیبر سے تین دن قبل کا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اصحاب السیر واصحاب الحدیث کے اختلاف اور فریقین کے وہ دلائل ذکر کرنے کے بعد فیصلہ دیتے ہیں۔ فعل ھذا اما فی الصحیح من التاریخ لغزوۃ ذی قرد اصح مما ذکرہ اھل السیر فتح ص۱۲۷ ج ۷)۔ کہ غزوہ ذات القرد کی جو تاریخ صحیح میں

وہ مؤرخین کی بیان کردہ تاریخ سے درست ہے۔

دوسرا واقعہ : قصۃ الغرانیق ۔ اصحاب سیر اور اکثر مفسرین اس واقعہ کو ذکر کرتے ہیں بلکہ اس کے صحیح ہونے پر بھی یقین رکھتے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ سورہ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے ۔ جب اس آیت پر پہنچے ۔ افرایتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ ۔ تو شیطان نے آگے یہ الفاظ بڑھا دیئے ان شفاعتھن لترتجیٰ تو مسلمانوں اور مشرکین دونوں نے مل کر سجدہ کیا۔ مشرکین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان بتوں کی شفاعت کو درست تسلیم کر لیا ہے ۔ لیکن محدثین کی تحقیق دقیق میں یہ واقعہ زنادقہ کا وضع کیا ہوا ہے جو انہوں نے عقیدہ توحید کو ختم کرنے کے لئے وضع کیا ہے۔ اس دور کے عظیم محدث علامہ البانی نے اس واقعہ پر ایک کتاب بھی تحریر کی ہے جس کا نام ہی قصۃ الغرانیق ہے جس میں اس واقعہ کی قلعی کھول دی ہے اور واضح کر دیا

بقیہ : مجوزہ شریعت بل پر مذاکرہ

افسوس ناک علمی بددیانتی کو نرم ترین الفاظ میں دھوکے اور تلبیس ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔

۷:۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے مسلکِ اہلِ حدیث کی ترجمانی کی ہے جبکہ بل کی لفظی موشگافیاں اہلِ تقلید کے مسلک کی حمایت وتائید کے لئے استعمال ہوئی ہیں اہلحدیث کے نزدیک شریعت سے مراد صرف کتاب وسنت ہیں۔ جبکہ "شریعت بل" میں کتاب وسنت کی تعبیر کو غیر کتاب وسنت اور غیر وحی سے منسلک کیا گیا ہے ۔ اس لیے اس بل میں اور کوئی خوبی ہو یا نہ ہو کم از کم مسلکِ اہل حدیث کے منافی اور اہل حدیث کیلئے ناقابلِ قبول ہے ۔

بقیہ : اسلام اور موسیقی

میں پوچھتا ہوں میلاد النبیؐ اور حضرت علی ہجویریؒ وغیرہ کے عرسوں کے مواقع پر جو قوالی ہوتی ہے اور جو ساز بجتا ہے اگر یہ بریلوی مسلک کے مطابق نہیں تو تبلایا جائے پھر یہ پاکستان کے مذہبوں میں سے کس کے مذہب پر ہے ؟ میرے بھائیو! کہیں یہ سارے قوال اور میراثی مع اپنے سرپرست مولویوں کے کسی ملکہ ترنم اور کسی ملکہ موسیقی کی بیعت تو نہیں ہو گئے ؟ واعظانِ کرام ہوش کے ناخن لو اسلام کے ہمدرد بن کر اسلام کی مٹی پلید نہ کرو ۔ آپکی اس روش مقلدانہ اور موسیقیانہ نے ان گنت فتنوں اور بے شمار گمراہیوں کے دروازے کھولے ہیں